جنازہ گاہ اور مسجد میں نمازِ جنازہ

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

تین مقامات پر نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے اور ممنوع نہیں ہے:

۱: جنازہ گاہ (دیکھئے صحیح بخاری:۱۳۲۹، ۱۲۴۵، صحیح مسلم:۹۵۱)

۲: عام زمین مثلاً کھلا میدان وغیرہ، سوائے اُس زمین کے جسے ممانعت کی دلیل نے خاص کر دیا ہے مثلاً گندگی کی جگہ وغیرہ۔ (دیکھئے صحیح مسلم:۵۲۳، اور دیگر احادیث)

۳: مسجد (دیکھئے صحیح مسلم:۹۷۳)

ان تین حالتوں میں سے اول الذکر (جنازہ گاہ) میں جنازہ پڑھنا افضل ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا عام معمول یہی رہا ہے۔

مسجد میں نمازِ جنازہ کے جواز کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

''ما صلّی رسول اللّٰہ ﷺ علٰی سھیل ابن البیضاء إلا فی المسجد .''

رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن البیضاء (رضی اللہ عنہ) کا جنازہ مسجد میں ہی پڑھا تھا۔

(صحیح مسلم:۹۷۳)

۲) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۵ھ) کا جنازہ مسجد میں پڑھا جائے تو لوگوں (الناس) نے اُن پر انکار کیا۔ الخ (صحیح مسلم:۹۷۳)

یہاں انکار کرنے والے لوگوں (الناس) سے مراد صحابہ نہیں بلکہ وہ ''**عامۃ جھال أو أعراب**'' عام جہال یا بدو تھے۔ دیکھئے المحلیٰ لابن حزم (۱۶۳/۵، مسئلہ:۶۰۳)

ان لوگوں کو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ''**لا علم**'' قرار دیا۔ (صحیح مسلم:۹۷۳)

۳) نبی ﷺ کی ازواج مطہرات نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں

پڑھا۔ دیکھئے صحیح مسلم (۹۷۳، دارالسلام: ۲۲۵۳)

۴) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن البیضاء اور اُن کے بھائی (صفوان یا سہل رضی اللہ عنہما) کا جنازہ مسجد میں پڑھا تھا۔ (صحیح مسلم: ۹۷۳)

۵) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔ دیکھئے موطأ امام مالک (روایۃ یحییٰ ۱/۲۳۰ ح ۵۴۲ وسندہ صحیح)

یہ نمازِ جنازہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۵۲ وسندہ صحیح)

اور کسی صحابی سے اس فعل پر رد یا انکار ثابت نہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ کے جواز پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے۔

۶) امام مالک رحمہ اللہ نے "باب الصلوۃ علی الجنائز فی المسجد" کے ذریعے سے مسجد میں نماز جنازہ کی روایات ذکر کیں اور کسی قسم کی مخالفت نہیں کی۔

دیکھئے الموطأ (روایۃ یحییٰ ۱/۲۲۹۔۲۳۰)

یہ اس کی دلیل ہے کہ امام مالک مسجد میں نمازِ جنازہ جائز سمجھتے تھے۔

تنبیہ: امام مالک سے مسجد میں نمازِ جنازہ کی مخالفت والی روایت (سنن الترمذی: ۱۰۳۳) موطأ امام کی تبویب کی رو سے منسوخ ہے۔

۷) امام شافعی رحمہ اللہ بھی مسجد میں نمازِ جنازہ کے قائل تھے۔

دیکھئے کتاب الام (ج ۷ ص ۲۱۱)

۸) امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا:

"رأيت أحمد مالا أحصي يصلي على الجنائز فى المسجد"

میں نے بے شمار مرتبہ دیکھا کہ (امام) احمد (بن حنبل رحمہ اللہ) مسجد میں نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ (مسائل ابی داود ص ۱۵۷)

۹) امام بخاری نے "باب الصلوۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد" کے ذریعے سے مسجد میں نمازِ جنازہ کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (قبل ح ۱۳۲۷)

۱۰) مسجد میں نمازِ جنازہ کا جائز ہونا جمہور کا مسلک ہے۔ دیکھئے فتح الباری (ج ۳ ص ۱۹۹ تحت ح ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۹) اور شرح صحیح مسلم للنووی (۷/۴۰ تحت ح ۹۷۳)

☆ عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی گئی۔

(طبقات ابن سعد ۳/۲۰۷ من طریق عبدالعزیز بن محمد عن ہشام عن ابیہ وسندہ صحیح الٰی عروہ رحمہ اللہ)

یہ روایت مرسل ہے لیکن اس سے دو باتیں ظاہر ہیں:

۱: عروہ رحمہ اللہ مسجد میں نمازِ جنازہ کو جائز سمجھتے تھے۔

۲: عروہ رحمہ اللہ اپنے نانا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ جانتے تھے اور اس کے مقابلے میں کوئی صحیح روایت نہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جنازہ مسجد کے باہر پڑھی گئی تھی۔ واللہ اعلم

تاہم یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے لہٰذا میں نے اُسے اپنے دلائل میں ذکر نہیں کیا۔

۱۱) مکہ مکرمہ (بیت اللہ) اور مدینہ نبویہ (مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں نمازِ جنازہ دونوں مسجدوں میں پڑھی جاتی ہے، جس کا ہم نے بار بار مشاہدہ کیا ہے اور مکہ مدینہ میں حجاج کرام، معتمرین اور عام مسلمین بھی اس نمازِ جنازہ میں شامل ہوتے ہیں۔

خلاصۃ التحقیق یہ ہے کہ اگر کوئی عذر یا سبب ہو تو مسجد میں نمازِ جنازہ جائز ہے، چاہے میت مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو، دونوں حالتوں میں جائز ہے اور مکروہ نہیں ہے۔

جو لوگ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور اسے مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں، ان کے شبہات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی ''**فلا شيء له**'' اس کے لئے (یعنی اُس پر) کوئی چیز نہیں ہے۔ (مسند احمد ۲/۴۵۵ ح ۹۸۶۵)

ایک روایت میں ''**فلا شيء علیه**'' اس پر کوئی چیز (یعنی کوئی گناہ وغیرہ) نہیں ہے۔

(سنن ابی داود: ۳۱۹۱)

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: صالح بن نبہان مولی التوأمہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

اُس پر امام ابوزرعہ الرازی، ابوحاتم الرازی، نسائی، ابن الجارود، الساجی اور ابوالعرب وغیرہم نے جرح کی اور امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: "**صالح مولی التوأمة کذاب**" صالح مولی التوأمہ کذاب ہے۔ (کتاب الضعفاء لابی زرعۃ الرازی ص ۴۶۱ وسندہ صحیح)

اگر کوئی کہے کہ "صالح مذکور پر جرح اُس کے اختلاط کی وجہ سے ہے لہٰذا اُس کے اختلاط سے پہلے والی روایات صحیح یا حسن ہیں اور یہ روایت صالح مولی التوأمہ کے اختلاط سے پہلے کی ہے۔" تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"**و ابن أبي ذئب سمع منه أخیرًا، یروي عنه مناکیر**"

اور ابن ابی ذئب نے اُس سے آخر میں (یعنی اختلاط کے بعد) سنا تھا، وہ اُس سے منکر روایتیں بیان کرتے تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۳/ ۱۸۱، علل الترمذی الکبیر ۱/ ۳۳، ترتیب علل الترمذی ۱/ ۸ ورقہ ۵، شرح سنن ابن ماجہ لمغلطائی ۱/ ۳۴۲/ آخر الذکر تین حوالے مکتبہ شاملہ سے لئے گئے ہیں)

معلوم ہوا کہ محدثین کرام کا اس میں اختلاف تھا کہ ابن ابی ذئب کا صالح مولی التوأمہ سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے یا بعد کا ہے لہٰذا مسئلہ مشکوک ہوگیا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حبان نے فرمایا: "**فاختلط حدیثه الأخیر بحدیثه القدیم و لم یتمیز فاستحق الترك**" پس اُس کی آخری حدیثیں پہلی حدیثوں سے خلط ملط ہوگئیں اور (دونوں کے درمیان) تمیز نہ ہوسکا لہٰذا وہ اس کا مستحق ہوا کہ (اُسے یا اس کی روایتوں کو) ترک کردیا جائے۔ (کتاب المجروحین ج ۱ ص ۳۶۶، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۴۶۴ ت ۴۷۹)

دوم: جلیل القدر محدثین کرام نے خاص طور پر صالح مولی التوأمہ کی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مثلاً:

۱: امام ابن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) نے فرمایا: "**و لا یصح عن النبي ﷺ ...**" اور نبی ﷺ سے یہ روایت صحیح (ثابت) نہیں ہے۔

(الاوسط ۴۱۶/۵، دوسرا نسخہ ۴۵۶/۵ ح ۳۰۹۴)

۲: حافظ ابن حبان نے کہا: "و هذا خبر باطل" اور یہ روایت باطل ہے۔

(کتاب المجروحین ۳۶۶/۱، دوسرا نسخہ ۳۶۵/۱)

۳: حافظ ابن عبدالبر نے فرمایا: "عن أبي هريرة لا يثبت عنه ..."

یہ روایت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے ثابت نہیں ہے۔ (الاستذکار ۴۶/۳)

☆ حافظ ابن عبدالبر نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے (بغیر کسی سند کے) نقل کیا کہ حدیث ابی ہریرہ (رضی اللہ عنہ) ثابت نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۴۶) نیز دیکھئے فقرہ: ۵

۴: حافظ ابن الجوزی نے کہا: "هذا حديث لا يصح" یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

(العلل المتناہیہ ۴۱۴/۱ ح ۶۹۶)

۵: امام احمد بن حنبل نے فرمایا: "حتی يثبت حديث صالح مولى التوأمة" حتیٰ کہ صالح مولی التوأمہ کی حدیث ثابت ہو جائے۔ (عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا:) "كان عنده ليس يثبت أوليس صحيحًا." وہ آپ کے نزدیک ثابت نہیں تھی یا صحیح نہیں تھی۔ (مسائل احمد، روایۃ عبداللہ بن احمد ۴۸۲/۲۔۴۸۳ فقرہ: ۶۷۱)

احمد بن سلیمان (یعنی احمد بن سلمان النجاد) کی روایت میں ہے کہ "كأنه عنده ليس يثبت أو ليس بصحيح." گویا وہ اُن کے نزدیک ثابت نہیں یا صحیح نہیں ہے۔

(ناسخ الحدیث ومنسوخہ لابن شاہین: ۳۵۲ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ: ۳۴۹)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مسجد میں نمازِ جنازہ کے بارے میں فرمایا: "إليه أذهب وهو قول الشافعي" میرا یہی مذہب ہے اور شافعی کا یہی قول ہے۔

(ناسخ الحدیث ومنسوخہ: ۳۵۱ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ: ۳۴۹)

۶: نووی نے اسے ضعیف روایات میں شمار کیا۔ (دیکھئے خلاصۃ الاحکام ج ۳ ص ۱۵۰ ح ۱۷۸۹)

اور فرمایا: اس کے ضعیف ہونے پر حفاظ کا اتفاق ہے۔ (المجموع شرح المہذب ۲۱۴/۵)

۷: حافظ ابن عدی نے اس روایت کو صالح بن نبہان مولی التوأمہ کی روایات (یعنی

روایاتِ منتقدہ) میں ذکر کیا۔ (دیکھئے الکامل لابن عدی ۱۳۷۴/۴، دوسرا نسخہ ۸۵/۵)

اور عینی حنفی نے کہا: ''**و رواه ابن عدي في الكامل بلفظ أبي داود و عدّه من منكرات صالح ...** ''اسے ابن عدی نے الکامل میں ابوداود کے لفظ کی طرح روایت کیا اور اسے صالح کی منکر روایتوں میں شمار کیا... (شرح سنن ابی داود ج ۶ ص ۱۲۸۔۱۲۹)

۸: امام بخاری کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔ دیکھئے معرفۃ السنن والآثار (۱۸۱/۳)

۹: حافظ ذہبی نے یہ روایت ذکر کر کے فرمایا: ''**صالح واہٍ**'' صالح سخت ضعیف ہے۔ (التنقیح لکتاب التحقیق لاحادیث التعلیق ۴۳۳/۱)

یعنی یہ روایت حافظ ذہبی کے نزدیک ضعیف و مردود ہے۔

۱۰: ابن حزم نے صالح مولی التوأمہ کو ساقط قرار دے کر اس روایت پر جرح کی۔ دیکھئے المحلی (۱۶۳/۵، مسئلہ: ۶۰۳)

☆ ابن بطال نے قاضی اسماعیل بن اسحاق سے بغیر کسی سند کے نقل کیا کہ انھوں نے اس سند کو ضعیف و غیر ثابت قرار دیا۔ (شرح صحیح بخاری لابن بطال ۳۱۲/۳)

۱۱: امام حسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا:

''**و هذا ضعيف الإسناد**'' اور اس کی سند ضعیف ہے۔ (شرح السنۃ ۳۵۲/۵ ح ۱۴۹۳)

☆ زیلعی حنفی نے نووی کی کتاب الخلاصہ سے نقل کیا کہ خطابی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا۔ (دیکھئے نصب الرایہ ۲۷۶/۲)

جمہور کی اس جرح کے مقابلے میں بعض علماء کا اسے حسن یا صحیح قرار دینا غلط ہے۔

تنبیہ: راقم الحروف نے سنن ابی داود (۳۱۹۱) اور سنن ابن ماجہ (۱۵۱۷) وغیرہما میں بعض علماء کے اس قول: '' صالح مولی التوأمہ نے اس روایت کو اختلاط سے پہلے بیان کیا ہے'' پر اعتماد کرتے ہوئے ''**إسناده حسن**'' قرار دیا، جو کہ قولِ مذکور کے مشکوک ہونے کی وجہ سے غلط ہے لہٰذا میں اپنی سابق تحقیق سے علانیہ رجوع کرتا ہوں اور حق یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف و منکر ہے۔

۲) صالح مولی التوأمہ سے روایت ہے کہ میں نے ان لوگوں کو دیکھا جنھوں نے نبی ﷺ اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو پایا تھا، وہ جب نماز جنازہ کے لئے آتے اور انھیں مسجد کے سوا کوئی جگہ نہ ملتی تو واپس چلے جاتے اور مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھتے تھے۔

(مسند الطیالسی: ۲۳۱۰، دوسرا نسخہ: ۲۴۲۹، نیز دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۳۶۴/۳ ح ۱۱۹۷۱)

یہ روایت صالح مولی التوأمہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

نیز دیکھئے فقرہ سابقہ: ۱

۳) کثیر بن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ''**لأعرفن ما صلّیت علٰی جنازۃ فی المسجد**'' مجھے خوب معلوم ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ نہیں پڑھی گئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۶۵/۳ ح ۱۱۹۷۲)

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: مصنف عبدالرزاق (۵۲۷/۳ ح ۶۵۸۰ وسندہ ضعیف) میں کثیر بن عباس کے شاگرد کا نام مسلم ہے اور محلی ابن حزم (۱۶۳/۵) میں سعید بن ایمن لہٰذا یہ سند مضطرب ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دوم: مصنف ابن ابی شیبہ میں کثیر بن عباس سے راوی سعید بن سمعان ہیں جن کے اُن سے سماع کا ثبوت نہیں۔

٤) وفاء الوفاء (۵۳۱/۲) نامی کتاب میں بغیر سند کے دو روایتیں ہیں:

۱: مروان بن الحکم کے سپاہی لوگوں کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے روکتے تھے۔

۲: عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سپاہی لوگوں کو مسجد میں جنازہ پڑھنے سے روکتے تھے۔

یہ دونوں روایتیں بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

۵) بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر میت مسجد کے اندر ہو تو نمازِ جنازہ مکروہ ہے اور اگر باہر ہو تو جائز ہے۔

ان لوگوں کا یہ قول بے دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۶) بعض لوگ مسجد میں نمازِ جنازہ کی ممانعت کے لئے فقہ حنفی کی کتابوں مثلاً ہدایہ وغیرہ کے حوالے اور ابن فرقد (محمد بن الحسن الشیبانی) اور طحاوی وغیرہما کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ یہ تمام حوالے اور اقوال صحیح احادیث، آثارِ صحابہ، آثارِ سلف صالحین، فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کی کتابوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

۷) بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد میں نمازِ جنازہ منسوخ ہے۔

یہ قول کئی وجہ سے مردود ہے۔ مثلاً:

۱: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی گئی، جس پر کسی صحابی کا اعتراض ثابت نہیں لہٰذا دعویٰ منسوخیت باطل ہے۔

۲: امام ابن شاہین البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) نے مسجد میں نمازِ جنازہ نہ پڑھنے والی روایت کے بارے میں فرمایا: ''**فإن صح حدیث ابن أبي ذئب فھو منسوخ بحدیث سھیل بن بیضاء ...** ''اگر ابن ابی ذئب کی حدیث صحیح ہوتی تو وہ سہیل بن بیضاء (رضی اللہ عنہ) کی حدیث کی رُو سے منسوخ ہے...

(ناسخ الحدیث ومنسوخہ ص ۴۰۴ ح ۳۴۹)

یعنی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھنا منسوخ ہے بشرطیکہ نہ پڑھنے والی روایت صحیح ثابت ہو جائے۔

تنبیہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے باسند صحیح یہ قطعاً ثابت نہیں کہ مسجد میں نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے، یا مسجد میں جنازہ مکروہ ہے۔

ابن فرقد وغیرہ کے مردود حوالے اور بے سند اقوال کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

آخر میں بطورِ خلاصۃ التحقیق عرض ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ جائز ہے۔ چاہے مسجد میں میت کی لاش ہو یا مسجد سے باہر ہو، لیکن مسجد سے باہر جنازہ گاہ یا کھلے میدان میں نماز جنازہ بہتر ہے۔ **وما علینا إلا البلاغ** (۲۹/ اپریل ۲۰۱۰ء)